© rasailojaraid.com

اور ہر فرقے پر یکساں لاگو ہوگا۔

آگے چلنے سے پہلے یہاں ایک ضروری بات سنتے جائیے جسے ہم کئی موقعوں پر پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ فقہ کی جتنی کتابیں — خواہ کسی فرقے کی فقہ کی ہوں — وہ سب ہمارے لئے خام مواد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شریعت کا "پختہ مال" ان ہی سے تیار ہوگا۔ وہ یوں کہ اربابِ حل و عقد اپنے عصری تقاضوں کے مطابق ان میں سے جتنے حصے کو باقی رکھنا ضروری سمجھیں گے اسے علیٰ حالہ باقی رکھیں گے۔ جس حصے میں ترمیم لازمی تصور کریں گے اس میں ترمیم کریں گے اور جن نئی دفعات کے اضافے کی ضرورت محسوس کرینگے ان کا اضافہ کریں گے۔ اور پھر پوری بحث و تمحیص کے بعد جب وہ قوانین کو نافذ کردینگے تو وہی اس مملکت کی (اپنے دَور کی) شریعت ہوگی۔ یہی شریعت ہر اعلیٰ و ادنےٰ اور ہر فرقے کے ہر فرد پر یکساں لاگو ہوگی۔ اس وقت اس نافذ شدہ شریعت کے خلاف جو فرقہ بھی الگ اپنی شریعت چلانے کی کوشش کرے گا وہ "تفریقِ دین" کا مرتکب ہوگا۔ ورنہ پھر ہر فرقہ یہی کچھ کرنے کا حق دار ہوگا اور وحدتِ شریعت اور اس کے ساتھ وحدتِ ملّی پارہ پارہ ہو جائے گی۔

آج کل عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی فرقوں کے "پرسنل لا" (شخصی قانون) کی محافظت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام فرقوں کی فقہ یا شریعت کو آزادی ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ کوئی سمجھ میں آنے والی منطق نہیں۔ فیما بین المسلمین "پرسنل لا" کا کوئی شرعی و دینی وجود نہیں۔ یہ محض انگریزوں کی پیدا کردہ ایک لغویت کی یادگار ہے۔ رسولِ اکرمؐ اور خلفائے راشدین کے دَور میں صرف ایک شریعت تھی، دس قانون نہ تھے جن میں دس فرقوں کو آزادی کی ضمانت دی گئی ہو۔ یہ وحدتِ ملّی کے سراسر منافی ہے۔ صرف غیر مسلموں کو یہ رعایت دی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے مذہبی (یعنی دھرمی) مناسک کو محفوظ رکھیں لیکن ملکی قوانین ان کے بھی وہی ہونگے جو سب کے ہونگے۔ اس لحاظ سے یہ وحدت ایک قومی و ملکی وحدت ہوگی۔ مسلمان فرقوں کو صرف اسی قدر رعایت دی جاسکتی ہے جس سے اجتماعی و ملّی وحدت کو نقصان نہ پہونچے۔ اس قسم کی لچک بعض قوانین میں موجود ہے اور یہ وحدتِ شریعت کے خلاف نہیں۔ شریعت میں وحدت کے ساتھ کسی حد تک تنوع بھی موجود ہے۔ لیکن صرف وہی تنوع جو وحدتِ ملّی سے ٹکراؤ نہ پیدا کرے۔ خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ اگر کسی فرقے کی کلّی تائید ہوا اور وہ بھی اندھا دھند حمایت و عصبیتِ جاہلیہ کی بنا پر ہو اور شریعت بن جانے کے بعد اپنی فرقی شریعت چلائی جائے تو اسی کا نام "تفریقِ دین" ہوگا۔ جو رسول سے بے تعلق کرکے مشرکوں کی صف میں لے جاتی ہے۔ اور یہی مضمون زیر نظر حدیث نبویؐ کا ہے۔

غیر مقبول توبہ "تفریقِ دین" کی مندرجۂ بالا تشریح کے بعد ایک چیز زیرِ نظر حدیث میں اور بھی قابلِ غور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ: لیس لھم توبۃ۔ ایسے تفریقِ دین پیدا کرنے والوں کی توبہ بھی کچھ نہیں۔ اس کے کئی معنی ہوسکتے ہیں مثلاً:

ایسے تفریقِ دین پیدا کرنے والوں کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ یعنی بہت کم توفیق ہوتی ہے اس لئے کہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معصیت کی بنیاد وہی حمیت جاہلیہ اور عصبیت گروہی ہوتی ہے جس کی جڑیں بڑی مضبوط اور گہری ہوتی ہیں اور چونکہ یہ بھی ایک شرک ہے اس لئے شرک کی طرح بڑی دیرپا ہوتی ہیں۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہیں کہ ایسے لوگوں کی کوئی توبہ ــ جو چھوٹے چھوٹے گناہوں پر کی جائے ــ قبول نہیں ہوتی جب تک اس عظیم ترین معصیت سے توبہ نہ کر لی جائے۔ یہ مضمون قرآن پاک کے اس مضمون کے عین مطابق ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء۔

اللہ اس بات کی تو مغفرت نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ البتہ اس سے کمتر درجے کی معصیت کی جس کے لئے چاہے مغفرت فرما دیتا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شرک ہوتے ہوئے اللہ تعالےٰ کسی چھوٹے بڑے گناہ کی مغفرت نہیں فرماتا۔ ہاں اگر اس بڑی اور مرکزی معصیتِ شرک سے تائب ہو جائے تو دوسرے کمتر درجے کے گناہوں کی مغفرت فرما دیتا ہے اگر وہ چاہے۔ اللہ تعالےٰ کس کے لئے چاہتا ہے اسے اس نے جا بجا خود بتا دیا ہے۔ اس کی تفصیل اس وقت میرے موضوع سے خارج ہے۔

کہنا یہ ہے کہ دینی تفریق اور فرقہ بندی چونکہ از روئے قرآن شرک ہے اس لئے توبہ کے تمام احکام اس معصیتِ کبرےٰ پر اسی طرح لاگو ہوتے ہیں جس طرح آیتِ مذکورہ کے مطابق شرک پر منطبق ہوتے ہیں۔ لہٰذا لیس لھم توبۃ کا فرمانِ نبوی عین قرآن کی ترجمانی ہے۔ یعنی جب تک اس تفریقِ دین اور دینی فرقہ بندیوں سے توبہ نہ کر لی جائے اس وقت تک دوسرے کمتر درجے کے معاصی سے توبہ کرتے رہنا بے معنی ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک تارک الصلوٰۃ شخص فرض نماز کے پر تو کوئی توبہ نہ کرے اور صرف نفل کے ترک پر "استغفر اللہ" کہتا رہے۔ یا ایک قزاق اپنی قزاقی سے تو تائب نہ ہو اور چرس پینے سے توبہ کرے۔ یا ایک بت پرست بت پرستی پر تو قائم رہے مگر جھٹکا کھانے سے احتیاط برتے۔ اس قسم کی توبہ گڑ کھاتے ہوئے گلگلے سے پرہیز کرنے سے کچھ بھی مختلف نہیں۔

تفریق دین کے متعلق ایک قرآنی تصریح۔ فرقہ بندی اور ملّی و قومی اختلافات کے متعلق ایک خاص قرآنی تصریح بھی بڑی قابلِ غور ہے۔ سیدنا موسیٰ جب کوہِ طور پر چلّہ گزارنے تشریف لے گئے تو پیچھے سامری نے بچھڑا تیار کیا اور بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ سیدنا ہارون ہزار منع کرتے رہے لیکن وہاں آپ کی کسی نے نہ سنی۔ جب حضرت موسیٰ واپس تشریف لائے تو یہ شرک دیکھ کر ان کا خون کھول گیا۔ حضرت ہارون کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے فرمایا کہ:

ما منعک اذ رأیتھم ضلوا ان لا تتبعن۔

جب تم نے ان کو اس طرح گمراہ ہوتے دیکھا تو میرے سخت گیر پالیسی کو اپنا نہ اختیار کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیدنا ہارون نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ فرقے پرستوں کے لئے زبردست درسِ عبرت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل۔

مجھے یہ خطرہ ہوا کہ آپ کہیں یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق پیدا کر دی۔

جنابِ ہارون کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کی طرح ان سبھوں پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ میں فطرۃً ذرا نرم دل واقع ہوا ہوں۔ اس لئے اگر میں ان پر زیادہ دباؤ ڈالتا تو کوئی میری بات مانتا، کوئی نہ مانتا، کوئی کسی خیال کی پیروی کرتا، کوئی کسی خیال کی۔ کوئی کسی کے پیچھے لگتا اور کوئی کسی کے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بنی اسرائیل مختلف ٹولیوں میں منقسم ہو جاتے اور وحدتِ قومی پارہ پارہ ہو جاتی۔ اس لئے آپ کی واپسی تک میں نے اس معاملے کو ٹال دیا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ ایک پیغمبر جو ایک پیغمبر کا بڑا بھائی بھی ہے ایک قلیل عرصے تک یعنی جنابِ موسیٰ کی واپسی تک کے لئے گوسالہ پرستی جیسے بدترین شرک کو تو گوارا فرما لیتا ہے لیکن یہ گوارا نہیں فرماتا کہ بنی اسرائیل میں گروہ بندیاں ہوں، تفریق پیدا ہو اور پھوٹ پڑ جائے۔ کتنی اعلیٰ سیاست، کیسی دانائی تھی اور وحدتِ ملّی کی کتنی زیادہ قدر و قیمت تھی سیدنا ہارون کی نگاہوں میں؟ جس کے اظہار کے بعد جنابِ موسیٰ نے آپ کا عذر صحیح تسلیم کر لیا اور کوئی تردید نہ فرمائی۔

یہاں ایک اور ضروری بات یہ بھی سُن لینی چاہئے کہ حضرت ہارون نے گوسالہ پرستی میں جو عارضی ڈھیل دی اس کی فقط یہی وجہ نہیں تھی کہ بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ جانے کا اندیشہ تھا بلکہ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی جو دوسری جگہ یوں درج ہے کہ:

......ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی......

لوگ مجھے کمزور پا کر قتل کرنے لگے تھے

گویا دو وجہیں یکجا ہو گئی تھیں۔ خوفِ تفریق اور اندیشۂ قتل۔ اور خوفِ تفریق بھی حضرت ہارون کی نگاہوں میں ایسا ہی تھا جیسا خطرۂ جان۔ بہرحال اس بیان سے تفریق بین القوم کے لحاظ کی اہمیت کچھ کم نہیں ہو جاتی۔ اور فرقے بندی کے شرک ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

اے کاش ہمارے فرقہ پرست علماء اور سیاسی ٹولیاں قائم کرنے والے لیڈر ان حقائق پر غور فرمائیں۔

(محمد جعفر)

طابع وناشر:- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ــــ مطبوعہ:- حمایت اسلام پریس لاہور ــــ مقامِ اشاعت:- ۲- کلب روڈ لاہور

© rasailojaraid.com